ایل ۱۸۲۱ نمبر ۳ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاللہ خیر حافظاً وھو ارحم الراحمین

محرم نمبر

الحافظ

شیعہ مدرستہ الحفاظ لاہور کا ماہوار علمی رسالہ

زیر حمایت سرکار حجۃ الاسلام اعلم علمائے پنجاب مجتہد مدظلہم العالی

مدیر

المتمسک بالثقلین

حکیم شیخ بہادر حسین

نے لاہور پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام محمد صدیق پرنٹر کے چھپوا کر
دفتر الحافظ لاہور موچی دروازہ سے شائع کیا

نواب

مقاصد

خواجگان

(۱) مدرسۃ الحفاظ کی ضرورت اور اسکی روئیداد کی ماہانہ رپورٹ شائع کرنا۔ (۲) شیعہ ینگ مین سوسائٹی کی ماہانہ کارگذاری کا درج کرنا۔ (۳) رسول اسلام کا خاتم الانبیا و اشرف الخلائق ہونا۔ (۴) شریعِ اسلام کی حقانیت اور اسکی صداقت اور افضل الادیان ہونا۔ (۵) آئمہ علیہم السلام کے علمی کارنامے۔ (۶) اصحاب ابرار رسول مختار علیہ السلام کے مفید اور دلچسپ حالات۔ (۷) قرآن کریم کا افضل الصحائف و معجزہ ہونا۔ اور حل متشابہات آیات۔ (۸) تبلیغ مذہب حقہ ناجیہ و حمایت اسلام و ازالہ شبہات۔ (۹) مرزائیوں وہابیوں چکڑالویوں اور سنیوں کے اعتراضوں کے مہذبانہ جوابات۔ (۱۰) اصلاح رسوم منہیہ شرعیہ۔ (۱۱) شیعوں کی ضروریات اور شیعی دنیا کی خبریں۔ (۱۲) طبی نکات۔

قواعد

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی ۱۵۔ تاریخ کو شائع ہوا کریگا۔ (۲) نمونہ کا پرچہ ۳ کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا (۳) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔ (۴) اجرت اشتہارات بذریعہ خط و کتابت یا زبانی طے ہوگی۔ (۵) علمی مضامین بنام مدیر اور دیگر دریافت طلب امور بنام مینجر (۶) مضامین بپابندی منوالط رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ تک دفتر الحافظ میں پہونچ جانے چاہئیں۔ (۷) الحافظ کا سالانہ چندہ عوام سے دو روپیہ اور رؤسا رو والیان ملک کے لئے کوئی قید نہیں جو مرحمت فرمائیں۔

نوٹ۔ مضامین مختصر۔ خوشخط اور عام فہم ہوں عربی عبارت با ترجمہ ہونی چاہئے۔

شرح اجرت اشتہارات

مقدار	سالانہ	ششماہی	سہ ماہی	ایکبار	کیفیت
پورا صفحہ	للعہ ۱۴	۸ ــے	۸ عہ	۴ عہ	فی سطر ۲ اس میں
نصف صفحہ	۱ عہ	۶ ــے	۳ للعہ	عہ	رعائت کی گنجائش
چوتھائی صفحہ	۸ عہ	۳ ــے	۲ عہ	عہ	نہیں۔

وی پی

[illegible]

سالانہ قیمت دو روپیہ

الحافظ

فی پرچہ قیمت ۳ر

جلد اول بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۲۵ء نمبر ۵

باب الفتاویٰ

سوال:- ایک شخص نے حج میں طواف النسا نہیں کیا۔ اور بعد از فراغت اپنی زوجہ سے مباشرت کی اور بچہ متولد ہوا۔ ارشاد ہو کہ یہ بچہ اور ولد الحیض اپنے والدین کے متروکات کا وارث ہوگا یا نہیں۔

الجواب:- ترک طواف النساء کی حالت میں تا ادائے طواف النساء۔ اور بحالت حیض اپنی زوجہ سے مباشرت اور وطی کرنا حرام ہے۔ عورت زوجیت سے خارج نہیں ہوتی۔ اور جو بچہ اس حالت میں منعقد ہو کر متولد ہوگا۔ زنا زادہ نہیں ہے اور میراث کا حقدار ہے۔ وھو العالم

سوال:- عروسی قاسم بن حضرت امام حسن علیہ السلام کربلا میں واقع ہوئی ہے۔ یا نہیں۔ بعض ذاکر مجالس میں واقعہ عروسی بیان کرتے ہیں۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

الجواب:- جناب قاسم کی عروسی اور عقد کا واقع ہونا شرعاً کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے اس جھوٹے قصہ کا مجالس میں پڑھنا اور سننا حرام اور معصیت ہے۔

سوال:- بعض مجالس عزا میں جہاں مرثیہ کو راگ اور غنا میں پڑھا جاتا ہے۔ یا ڈھول و تاشے سے ماتم کیا جاتا ہے۔ شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب:- ایسی مجالس میں شریک ہونا گناہ ہے۔ اور نہ وہ مجالس عزا کہلا سکتی ہیں۔

سوال:- ذوالجناح۔ علم۔ اور تعزیہ جب نکلتا ہے۔ تو مستورات بھی زیارت کرتی ہیں۔ اور مجبوراً نامحرموں پر نظر پڑ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں مستورات کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب:- ہر حالت میں مردوں اور عورتوں کیلئے ضروری ہے کہ نامحرموں کی طرف نظر کرنے سے اجتناب کریں اور بہتر یہ ہے کہ مستورات جمع ہو کر کسی محفوظ جگہ میں زیارت کا سامان خود مہیا کریں۔ اور مجلس و ماتم داری کرتی رہیں۔ تاکہ ایک ثواب کے مقابلہ میں کئی گناہوں کا انہیں مرتکب ہونا پڑے۔ وھو العالم

فقط خادم الشریعۃ المطہرہ

علی الحائری

شذرات

عیدالضحیٰ کے روز پنجاب شیعہ مشن لاہور کی طرف سے حسب اعلان مطبوعہ بیرون موچی دروازہ باغ میں نماز عید کے لئے بڑے اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کیا گیا۔ فرش وفروش از قسم قالین وشطرنجی۔ بوریا۔ شامیانے۔ قناتیں۔ برف اور پانی وغیرہ تمام ضروریات لازمہ کا انتظام بہت عمدہ اور اعلیٰ پیمانہ پر خاطرخواہ تھا۔ ۳۶ صفیں تھیں۔ اور ہر صف میں سو آدمی سے بھی زیادہ تعدادی تھی۔ ٹھیک ساڑھے نو بجے صبح جناب قبلہ وکعبہ حجۃ الاسلام صدر المفسرین سرکار علامہ حائری مجتہد العصر دامت برکاتہم کی اقتدار میں نماز عید شروع کی گئی۔ اس کے بعد نہایت فصیح وبلیغ دونوں خطبے پڑھے گئے۔ اور تکبیرات ادا کی گئیں۔ اور آیت مجیدہ لَن یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُومُہَا وَلَا دِمَاؤُہَا وَلٰکِن یَّنَالُہُ التَّقوٰی مِنکُم کو عنوان کر کے قربانی کا فلسفہ اور اس کے متعلقہ تمام ضروری مسائل کو بیان فرمایا۔ اور مدرسۃ الحفاظ کے متعدد طلباء نے حفظ قرآن سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔

یوم عید غدیر ۱۸۔ ماہ ذی الحجہ کی شب کو حسب اعلان مطبوعہ امام باڑہ نھتے شاہ مرحوم لاہور میں جلسہ بتقریب عید منجانب انجمن شیعہ ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووالی لاہور بڑے اعلیٰ پیمانہ پر منعقد کیا گیا۔ جلسہ گاہ میں ہر فرقہ کے آدمی موجود تھے۔ پہلے مدرسۃ الحفاظ کے طلباء نے حفظ قرآن مجید سنایا حافظ سید ذوالفقار علی شاہ صاحب نے قرات سورہ ہل آتی کے بعد انگریزی ترجمہ کا بھی کچھ حصہ حفظ سنایا۔ جس سے مخالفین متاثر ہوئے کہ شیعوں نے اصل قرآن حفظ کرنے کے علاوہ انگریزی اور اردو ترجمے بھی حفظ کرنیکا انتظام مدرسۃ الحفاظ کے ذریعہ کر لیا ہے۔

اس کے بعد قصیدہ خوانی ہوئی۔ اردو اور پنجابی زبان میں مدحیہ نظمیں پڑھی گئیں۔ پھر عالیجناب افسر الشعراء حماد اہل البیت آغا شاعر صاحب قزلباش دہلوی جانشین حضرت داغ نے خود تصنیف کردہ قصیدہ عزا پڑھا جس میں واقعۂ غدیر کا ذکر کیا گیا تھا۔ مجمع بے حد محظوظ ہوا۔

آپ کے بعد جناب حجۃ الاسلام صدر المفسرین سرکار علامہ حائری صاحب مجتہد العصر زیب دہ منبر ہوئے۔ اور آیت تبلیغ کی تفسیر کرتے ہوئے وہ نکات بیان کئے کہ مومنین جوش ایمان سے پھولے نہ سماتے تھے۔ اور مخالفین ثبوت خلافت حقہ امیرالمومنین علیہ السلام سے متاثر ہو رہے تھے۔ اور صلواۃ کے نعروں سے آسمان گونج رہا تھا۔ ہجوم بے حد تھا۔ امام باڑہ کا وسیع صحن جس کیلئے ناکافی ثابت ہوا۔

اسی روز ۱۸۔ ذی الحجہ بوقت ۵ بجے عصر عالیجناب خان بہادر نواب محمد علیخاں صاحب بہادر قزلباش سی۔ایس۔آئی رئیس اعظم پنجاب لاہور کے بنگلہ واقعہ ایمپرس روڈ پر جلسہ غدیر منایا گیا۔ مومنین نے قصائد پڑھے۔ جناب مولوی حاجی سید جلال الدین حیدر صاحب ایم۔اے پروفیسر چینیس کالج لاہور۔ اور جناب اللہ یار صاحب جوگی کے قصیدہ کی بہت زیادہ تعریف ہوئی۔ ان کے بعد جناب سردار حسین علیخاں صاحب قزلباش نے فارسی زبان میں قصیدہ دلپسند لہجہ ایرانی سے پڑھا۔ اور عالیجناب مستطاب شریعتمدار حجۃ الاسلام قبلہ وکعبہ صدر المفسرین علامہ حائری صاحب مجتہد پنجاب دام ظلہ نے آیت وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا۔ آیت استخلاف کی تفسیر اور اس کے عجیب وغریب نکات بیان فرماتے ہوئے خلافت حقہ بلا فصل جناب امیر علیہ السلام کو وضاحت سے مدلل ثابت کیا۔ اور اسی آیت سے خلافت ثلاثہ کو باطل کرکے دکھا دیا جس سے موافقین اور مخالفین کو اعتراف کرنا پڑا کہ اس آیت استخلاف کے مطابق خلافت ثلاثہ چونکہ واقع نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے وہ مخالف قرآن ہے۔ قابل تسلیم نہیں ہو سکتی۔ اللھم صل علیٰ محمد وآل محمد۔

التقریظات

الغریب۔ سلسلۂ تعزیہ داری کا تیرھواں نمبر مؤلفہ جناب آقا سید محمد رضی الرضوی صاحب لاہوری دام مجدہٗ پنجاب شیعہ مشن لاہور کی مساعی جمیلہ سے طبع اور شائع ہوا ہے۔ جس میں مخالفین ومعترضین کے اعتراضوں کے مدلل اور دنداں شکن جوابات دئے گئے ہیں۔ رسالہ قابل دید ہے۔ فی الواقع پنجاب شیعہ مشن لاہور نے اس عرصہ میں جس قدر نمایاں کام کئے ہیں۔ ان میں سے سلسلۂ عزاداری کا کام نہایت ہی قابل تعریف وتشکر ہے۔ خدائے تعالیٰ زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ والاجر علی اللہ تعالیٰ۔ ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر آغا سید حسین صاحب جنرل سیکرٹری پنجاب شیعہ مشن کوچہ شیعیان لاہور سے طلب کریں۔

معیار ہدایت:۔ حقیقت شہادت اور تعزیہ داری میں یہ رسالہ جناب سلطان الواعظین مولانا سید محسن علی شاہ صاحب سبزواری دام مجدہم کی تازہ تصنیف ہے۔ جس میں شہادت کے اسباب اور فوائد وآثار کو بدلائل ثابت کرتے ہوئے شبہات مخالفین کو عمدتاً بوجہ احسن حل کیا ہے۔ جس کو جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور نے افادہ عام کیلئے طبع اور شائع کیا۔ اس انجمن کے سلسلۂ تبلیغ و

اشاعت کا ۳۹واں نمبر یہ رسالہ ہے۔ الحق کہ اس انجمن نے بھی تحفظ دین و تردید مخالفین میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس کے اراکین کو جزا خیر عطا فرمائے۔ اور خدمت دین کی زیادہ توفیق دے۔ حضرات اہل سنت ایک آنہ کا ٹکٹ اور حضرات شیعہ ۲ر کے ٹکٹ بھیجکر سید فتح علی شاہ صاحب جنرل سیکرٹری جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور سے طلب فرمائیں۔

آئینۂ تصوف:۔ مولفہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب جعفری بھیروی سابق سنی۔ حقیقت تصوف میں قابل دید رسالہ ہے۔ اس میں دکھایا ہے۔ کہ زمانہ سلف میں بہ پیرایہ تصوف یا بحالت تقیہ لوگوں نے مذہب حق کا تحفظ کیا۔ اور پردہ تصوف میں صافی صوفی تبلیغ دین اور نشر فضائل آئمہ معصومین کرتے رہے ہیں۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے۔ بقیمت ۳ر منیجر صاحب کتب خانہ اثنا عشریہ مغل حویلی لاہور سے طلب فرمائیں۔

ماہِ محرم

(از جناب سلطان الواعظین استاد المناظرین جناب مولانا السید محسن علیشاہ صاحب قبلہ دام ظلہم)

اسلامی نیا سال اسی ماہ سے شروع ہوتا ہے۔ محرم کا مہینہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے بڑی عزت اور شان کا مہینہ ہے۔ قدیم الایام سے اس ماہ کی عظمت چلی آتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں کفار عرب اس کی عظمت کرتے تھے۔ اسلام نے اس کی عظمت کو بحال رکھا۔ بلکہ ۶۱ھ میں جو واقعہ ہائلہ سرزمین عرب کے اس خطہ میں ہوا تھا جسکو ارض نینوا یا کربلا کہتے ہیں۔ اس مہینہ کی شان و عظمت میں اور بھی خصوصیت ہوگئی۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں گلشن زہرا پر تباہی اور بربادی کی تند اور خوفناک آندھیاں چلیں۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں اولاد نبی پر ظلم اور عدوان کے طوفان ٹوٹے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں خاندان رسالت پر آفت اور غضب کی بجلیاں گرائی گئیں۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں کشتی خانوادہ مصطفےٰ گرداب بلا کے نذر ہوگئی۔ آہ! یہ وہ مہینہ ہے۔ جس میں ساقیٔ کوثر کے فرزند فاطمہ زہرا کے دلبند۔ جگر گوشۂ رسول کو تین دن کا بھوکا پیاسہ گوسفند قربانی کیطرح ذبح کیا گیا۔ یہی وہ مہینہ ہے۔ جس میں خیام اہلحرم جل جل کر خاکستر ہوگئے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں دختران رسول کو اسیر و مقید کر کے شہر بہ شہر پھرایا گیا۔ یہی وہ مہینہ ہے۔ جس میں طائران ہوا۔ ماہیان دریا۔ ارواح انبیاء۔ ساکنان ملاء اعلیٰ مضطرب الحال ہوئے۔ ہ

ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال ❖ او در دلست و ہیچ دلے نیست بے ملال

یہی وہ مہینہ ہے۔ جس میں جنات نے نوحے پڑھے۔ حوریانِ جنت نے ماتم کیا۔ آفتاب سیاہ ہوگیا تارے ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ زمین میں زلزلہ آیا۔ ہوا تاریک ہوگئی۔ آسمان سے خون برسایا۔ زمین سے خون جاری ہوا۔ زمین و آسمان کے درمیان قتل الحسین بکربلا کی آوازیں بلند ہوئیں۔

یہی وہ مہینہ ہے جس میں رسولخدا کو نہ صرف مغموم بلکہ سر مبارک اور ریش اقدس پر خاک ڈالے ہوئے دیکھا گیا۔ یہی وہ مہینہ ہے۔ جس میں آئمہ اہلبیت علیہم السلام نہایت محزون اور غمگین رہا کرتے تھے۔

یہی وہ مہینہ ہے۔ جسمیں کسی نے صادق علیہ السلام کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہی وہ مہینہ ہے جسمیں صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ کی آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔ کیونکہ اس مہینہ میں فرزند رسول نے دین آلہی کی حرمت کو قائم رکھنے اور عالم پر اپنی صداقت کا اظہار کرنے کے لئے مع عزیز و اقربا و جملہ یار و انصار اسلام پر فدا ہوگیا۔ اسلام کو زوال سے بچالیا۔ اپنی قربانی کرکے فتح حاصل کی۔ ترقی کی راہیں کھولدیں۔ صراطِ مستقیم کا راستہ صاف کردیا۔ طالبانِ حق کو ساحلِ نجات پر پہونچا دیا۔ اشتباہ کو دور کردیا۔ سیاست کی اخلاقی۔ عبادتی۔ معاشرتی تعلیم کو عملی جامہ پہناکر دکھلادیا۔ اپنی ہستی کو مٹاکر اسلام کو کفر اور ضلالت کی آلودگیوں سے پاک اور محفوظ کردیا۔

حسینؑ کا واقعہ اپنے رنگ میں تمام واقعاتِ عالم سے نرالا ہے۔ ہدایت کے لئے کونسی مثال ہے جو اِس واقعہ میں نہیں۔ عبادات۔ معاملات اخلاق۔ ریاضات کی پوری تعلیم ہے۔ قصص میں بہترین قصہ ہے۔ تخیلات میں اعلیٰ ترین مثال ہے۔ پند و نصیحت میں عمدہ ترین واعظ ہے۔ ہر ایک نبی ہر ایک ولی اپنے اپنے زمانۂ زندگی میں وعظ فرماتا رہا۔

حسینؑ وہ داعی ہے کہ بعد شہادت سر کٹا ہوا الگ وعظ فرماتا تھا۔ بدن بے سر علیحدہ ذکر آلہی کی تلقین کرتا تھا۔ خون حسینؑ کا ہر ایک قطرہ دعوتِ اسلام فرماتا تھا۔ جس خاک میں حسینؑ دفن ہوئے وہ قیامت تک سجدہ گاہ اور تسبیح ذکر آلہی میں کام آتی ہے۔ مجالس ذکر حسینؑ میں بھلے بُرے کی تمیز حاصل ہوتی ہے اور یہی خلاصہ ہے تمام وعظ و نصیحت کا۔ بھلائی کی طرف رغبت اور بُرائی سے نفرت انتہائی نتیجہ ہے ذکر حسینؑ کا۔ مگر افسوس جس طرح یزیدی مسلمانوں نے اپنے وقت میں اس مہینہ کی حرمت کو ضائع کیا اسیطرح وہ مسلمان جو آجتک یزید کی پیروی کا دم بھرتے ہیں۔ اس مہینہ کے فوائد و منافع وغیرہ کو ضائع کرتے ہیں۔ جسطرح حسینؑ کے ساتھ یزیدی گروہ کو عداوت ہے۔ اسیطرح اس مہینہ کیساتھ یزید کے طرفداروں کو عداوت ہے۔ حسینؑ کے زمانہ میں مسلمانوں کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ حسینؑ اور ان کے یار و یاور۔

دوسرا گروہ یزید اور اس کے مددگار۔ حسینؑ کی شہادت کے بعد بھی مسلمانوں کے دو فرقے رہے۔ ایک وہ جو حسینؑ کو یاد کرکے روتے تھے۔ دوسرے وہ جو حسینؑ پر رونے سے منع کرتے تھے۔ زمانہ اپنے گذشتہ واقعات کا اثر اپنے دامن میں دکھاتا ہے۔ جہاں محرم کا چاند نظر آیا۔ حسینی یادِ حسینؑ میں بے تاب ہو ہو کر روتے ہیں چلاتے ہیں۔ سینہ زنی کرتے ہیں۔ یزیدی حیران ہوتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے تو کوشش کی تھی کہ حسینؑ کا نام لیوا کوئی باقی نہ رہے۔ یہ حسین حسین کیسا۔ ان کی رگِ حمیت جوش میں آتی ہے۔ اور بہر ممکن کوشش سے یادگارِ حسینی کو مٹانا چاہتے ہیں۔ مگر سہ

چراغے را کہ ایزد برفروزد　　کسے کو پف زند ریشش بسوزد

ان کو یہ مہینہ اسی سعی بے سود میں گذر جاتا ہے۔ حسینی اس مہینہ میں کم از کم دس روز تک شب و روز ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ قرآن سنتے ہیں۔ حدیث سنتے ہیں۔ واقعاتِ اہلبیت سنتے ہیں۔ برائیوں سے تائب ہوتے ہیں۔ نیکیوں کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ روحِ ایمان تازہ ہوتی ہے۔ حسینؑ پر گریہ کرنے سے قلوب سلیم ہوتے ہیں۔ اور یہ اس روز کام آوینگے۔ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ۔ جس روز مال اور اولاد کوئی نفع نہ دیگی۔ مگر وہ شخص جو قلب سلیم لے کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو۔ اور جو لوگ ان مجالس سے روگردانی کرتے ہیں۔ وہ روز قیامت ندامت کے لہجہ میں پکارینگے۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ۔ اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو آج دوزخ میں نہ ہوتے۔ والصلوٰۃ والسلام علی الحسین وعلی اصحاب الحسین ورحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

تاریخ اسلام کا خونی ورق

(از جناب سید محمد رضی الرضوی صاحب لاہوری دام مجدہم)

دردمندیم و خبر میدہد از سوز دروں
دہن خشک ولب تشنہ و چشم تر ما

ہمارے دلوں پر گھاؤ لگ چکا ہے۔ اور ایسا کاری لگا ہے۔ کہ ناسور کی طرح اچھا نہیں ہوتا قدرے تخفیف ہو جاتی ہے۔ مگر ہلالِ محرم نشتر ہو کر اس زخم کو پھر چھیڑ دیتا ہے۔ رسولِ مقبول کے زمانے میں تو ماہ محرم میں جہاد وغیرہ حرام قرار دیا گیا تھا۔ مگر اسی رسول کی امت نے اپنے پیغمبر کے نواسے کو

تین دن پیاسا رکھکر کربلا کے سنسان میدان میں ذبح کر ڈالا - اس پر بھی ان کو مسلمان ہونیکا دعویٰ تھا - واقعی سچ کہا گیا ہے - ع

ہیچ کافر نہ کند آنچہ مسلماں کردند

لیکن جو کچھ حسین علیہ السلام نے کر دیا - وہ نہ کبھی کسی نے کیا اور نہ ہی کوئی کر کے دکھا سکیگا - اپنے اور اپنے بچوں کے پاک خون سے نخلِ اسلام کی جڑ کو سینچ کر ایسا ہرا بھرا کر دیا - کہ اب تا ابد مرجھا بھی نہیں سکتا دین اسلام کی بنیاد کو ایسا مستحکم کر دیا - کہ اب دنیا کی تمام طاقتیں ملکر بھی اسکو متزلزل نہیں کر سکتیں - اگرچہ بہت ساروں نے کوششیں کیں - بلکہ ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اس باغِ اسلام کو جس کو رسولِ خدا نے لگایا اور اس کے نواسے نے اپنے خون سے نشو و نما دی - بزعم خود بیخ و بن سے اکھاڑ دیں - مگر جس کام میں دستِ خدا ممد و معاون ہو اس میں کون بیجا دست اندازی کر سکتا ہے -

ہم جسطرح قرآن کی تلاوت کر کے خود فائدہ اٹھاتے ہیں - اور دوسروں کو فائدہ پہونچاتے ہیں اسی طرح اس شہید اسلام کے دل ہلا دینے والے مصائب قولی اور عملی طریقے سے تازہ رکھکر اپنے بھی اجر لیتے اور دوسروں پر اثر ڈالتے ہیں - اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے - کہ جسطرح سے قرآن کی اشاعت اور اسکی تلاوت مسلمانوں پر ضروری ہے - اسی طرح سے شہید اسلام حسین مظلوم کی یادگار قائم کرنا آپکے مصائب میں ہمغم ہونا لازمی ہے - کیونکہ قرآن کی شان اس لئے ہے کہ اس سے قولِ خدا و رسولِ خدا کی تصدیق ہوئی - اسیطرح سے شہنشاہِ کربلا کی شہادت نے قولِ خدا اور اس کے رسول کی ہزاروں کے مجمع میں تصدیق کرادی - اور قیامت تک قرآن کی طرح تصدیق کراتی رہے گی -

قولِ خدا کی تو یوں تصدیق کی - کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے - "ہم نے پاک کیا ان کو تمام رجس اور نجاست سے" اب اگر امام حسینؑ یزید جیسے فاسق و فاجر کی بیعت کر لیتے - تو معاذ اللہ صد وجہ کی نجاست ثابت ہوتی - اور نعوذ باللہ خدائی دعوے کی تکذیب ہوتی - پھر رسولِ خدا نے فرمایا - کہ ہمارے اہلبیت کی مثال نوحؑ کی کشتی کی طرح ہے - جس نے اس کی پیروی کی نجات پائی - اور جس نے سرگردانی کی وہ گمراہ اور ہلاک ہوا" تو کیا حسینؑ کا یزید کی بیعت کر لینا گمراہی نہ تھی ؟ اور اگر معاذ اللہ وہ خود ہی گمراہ ہو جاتے - تو دوسروں کی ہدایت کا باعث کیا رہتے - خفتہ را خفتہ کے کند بیدار -

واقعی حسینؑ نے نانا کے قول کی تصدیق سر دیکر کر دی - پھر رسول نے فرمایا - "اے میری امت میں تم میں دو چیزیں اور دو خلیفے چھوڑے جاتا ہوں - ایک صحیفِ حق دوسری اپنی اہلبیت - اور یہ آپس سے ہرگز جدا نہ ہونگے" راوی کہتا ہے - میں نے دیکھا کہ بعد شہادت حسین کا سر نیزہ پر ہے اور آیہ

کہف کی تلاوت کر رہا ہے۔ جس سے ثبوت دیا کہ جو کچھ میرا نانا منہ سے لفظ نکالتا ہے مبنی بر صداقت ہوتا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں نے کوشش کی کہ قرآن و اہلبیت کو جدا جدا کریں۔ اور رسول کو جھٹلائیں مگر حسینؑ نے سر دیکر منافقوں کو ایسے قعرِ مذلت میں ڈال دیا۔ کہ ان کو سر اٹھانا نصیب نہ ہوا۔ اسوقت بھی آپ دیکھیں کہ جب ذاکر یا واعظ منبر پر جاتا ہے۔ تو پہلے قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی ذکر اہلبیت شروع کر دیتا ہے۔

حسینؑ نہ صرف زندگی ہی میں۔ بلکہ بعد از شہادت بھی مشعلِ ہدایت ہے۔ تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعد واقعۂ کربلا دربارِ یزید میں یہود و نصاریٰ تک اس حادثۂ عظمیٰ سے متاثر ہوئے ہیں۔ اور محض اہلبیتِ رسول کی مظلومیت نے ہی انہیں راہِ مستقیم تک پہونچایا ہے۔ اور ان مثالوں نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔ کہ واقعہ جانگاہ کربلا کا اثر اخلاقِ انسانی پر کس حد تک پڑتا ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ وہ شخص جو عقلِ سلیم لیکر دنیا میں آیا ہے۔ اپنا فرضِ اخلاقی نہیں سمجھتا کہ ظالمین سے نفرت اور مظلومین سے ہمدردی ظاہر کرے۔ پس واقعہ کربلا حق کی کسوٹی ہے۔ جس سے حق و ناحق میں قدرتی طور پر فیصلہ ہو جاتا ہے۔ تاکہ عبرت حاصل کرنے والے اور نصیحت کرنے والے نصیحت حاصل کریں۔

دربارِ یزید میں نصاریٰ میں سے ایک شخص کھڑا ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے یزید فلاں جزیرہ میں ایک عبادتگاہ نصاریٰ ہے۔ اس کے محراب میں ایک سونے کی قندیل لٹکتی ہے۔ اس کے اندر ایک سُم رکھا ہوا ہے۔ جو اُس خر کا ہے۔ جس پر حضرت عیسیٰ سوار ہوا کرتے تھے۔ ہر سال نصاریٰ وہاں جاتے ہیں۔ اور اس قندیل کے گرد طواف کرتے ہیں۔ اسکا بوسہ لیتے ہیں۔ اپنی حاجتوں کو دربار ایزدی سے طلب کرتے ہیں۔ یہ سب کیوں؟ اس لئے کہ ہم گمان کرتے ہیں۔ کہ یہ سُم اُس خر کا ہے۔ جس پر عیسیٰ ابن مریم سوار ہوا کرتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ تم لوگوں نے اپنے رسول ہی کے نواسے کو مہمان بلا کر بھوکا اور پیاسا قتل کر ڈالا۔ اس نواسے کو جس کو تم نے خود رسول کے سینہ پر دیکھا جس کے لئے رسول خود اونٹ کی سواری بنے۔ اگر تمہارا رسول نماز کی حالت میں سجدہ میں ہوتا اور وہ نورِ نظر شانوں پر سوار ہو جائے تو رسول سر نہ اُٹھائے۔ جبتک کہ صاحبزادہ خود نیچے نہ اترے خدا کی نماز میں تو توقف ہو جائے۔ مگر حسینؑ دل شکستہ نہ ہو۔ کیا تم لوگوں نے یہی اپنے رسول کو اجرِ رسالت دیا ہے۔ خدا تمہاری دین و دنیا میں مدد نہ کرے۔ یہ سنکر یزید آگ بگولا ہو گیا اور اس نصرانی کو گردن زدنی کا حکم دیا۔ نصرانی نے جب اپنے قتل کا حکم سنا۔ تو یزید سے مخاطب

ہو کر کہا۔ اے معاویہ کے بیٹے سُن اور یقین کر کہ میں نے شب گذشتہ تمہارے نبی کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے تھے کہ اے نصرانی تو اہلِ جنت سے ہے۔ اس لئے میں اب اسلام لاتا ہوں۔ یہ کہکر سرِ اقدس جناب سید الشہداء کیطرف متوجہ ہوا۔ اور کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ۔ بعد اس کے وہ نصرانی دوڑا ہوا سرِ اقدس کے پاس پہونچکر اسکو گود میں لے لیا۔ سینہ سے لگایا اور خوب رویا۔ یہانتک کہ قتل کر دیا گیا۔

دیگر اقوام مثل یہود و نصاریٰ نے تو حسینی شہادت سے متاثر ہو کر دین اسلام کو قبول کیا۔ اور اہلِ ہنود لاکھوں روپیہ خرچ کر کے مسلمانوں کے رسول کے نواسے کی یادگار کو فروغ دیں۔ مگر آجکل بھی بعض نام نہاد مسلمانوں کا یہ رویہ ہے۔ کہ پیغمبرِ اسلام کو اسطرح شاد کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اس کے نواسے کے نام اور یادگار کو مٹایا جائے۔

یک حسینے نیست تا گردد شہید　　　　ورنہ بسیار اند در عالم یزید

راسخ العقیدہ مسلمانوں کے قلب و دماغ کی عجیب حالت ہو رہی ہے۔ ہر طرف سے اسلام پر حملے کئے جا رہے ہیں۔ شعائرِ اسلام کی ہتکِ حرمت کیجا رہی ہے۔ خصوصیات اسلام کا مضحکہ۔ ان سب چیزوں کا باعث وہی گندم نما جو فروش مسلمان تھے۔ جنہوں نے اسلامی تعلیم کو پس پشت ڈالدیا ہے۔ افسوس! دل ہمہ داغ داغ پنبہ کجا کجا نہم۔ لیکن اگر نظرِ تعمق سے دیکھا جائے۔ تو آپ دیکھیں گے۔ کہ محسنِ اسلام شہید نہرِ فرات جناب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی بدولت ہی آج دنیا میں مسلمانوں کی شکلیں نظر آ رہی ہیں۔ اگر فرزند رسول یزید پلید کی بیعت اختیار کر لیتا۔ تو یقیناً نخلِ اسلام جڑ سے کٹ جاتا۔ اور آج ایک بھی اسلام کا نام لیوا دکھائی نہ دیتا۔

کیا ظالمین و ملحدین جانتے نہ تھے۔ کہ یہ کس شان کا حسینؑ تھا۔ واللہ سب کے سب ان کے حسب و نسب اور ذاتی شرافت و بزرگی کے معترف تھے۔ مگر مانتے نہ تھے۔ ع

حقا کہ جانتے ہیں مگر مانتے نہیں

واقعی کربلا کی کیفیت دنیا کے اور واقعات سے بہت کچھ امتیاز رکھتی ہے۔ ایک طرف تو خود قاتلانِ حسینؑ اور ظالمانِ بالمقابل عظمت و وقارِ حسینؑ کے مُقر ہیں۔ یزید بھی قائل ہے۔ کہ یہ جس کا نواسہ ہے۔ وہ اسکا پیشوا اور نبی محترم ہے۔ گھروں کو جلتے ہیں۔ تو آلِ رسول پر درود بھیجتے ہیں۔ ہر طرح واقف تھے۔ کہ حسینؑ راکب دوشِ رسول رہا ہے۔ لیکن سامنے آتے ہیں۔ تلوار اُٹھا کر وار کرتے اور اُسی حسینؑ کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ واقعی یہ عجیب سانحۂ دلخراش گذرا ہے۔ جس کی نظیر دنیا پیش نہیں

کرسکتی۔ اور جس کی شہادت سرِ اقدس سید الشہدا خود نیزہ پر دے رہا ہے۔ کہ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔

نانا سے دوستی ہو نواسے سے بغض واہ
پوچھے کوئی یہی ہی محبت کی رسم و راہ

حق اللہ و حق الناس

(از صدر الشریعۃ حجۃ الاسلام سرکار علامہ حائری قبلہ مجتہد العصر دامت برکاتہم)

اسلام میں یہ دونوں حق سب سے زیادہ قابلِ مراعات سمجھے گئے ہیں۔ ہر مومن اور مومنہ پر ان حقوق کی مراعات لازمی ہے۔ حق اللہ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآئَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا یعنی خدا کو یاد کرو جس طرح کہ تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر۔ اس حکم میں خدا کے ذکر کو آباء کے ذکر سے اسلام نے تشبیہ دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ آباء کی محبت فطری اور ذاتی ہوا کرتی ہے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ جب ماں بچہ کو مارتی ہے۔ تو وہ اسوقت بھی ماں ہی کو پکارتا ہے۔ بس اسی طرح ہر مسلمان کے لئے۔ لازم اور ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی فطری محبت کا تعلق پیدا کرے۔ اسی محبت کا یہ لازمی نتیجہ ہے۔ کہ پوری طرح جملہ اوامر و نواہی الٰہی کا وہ شخص خودبخود پابند ہو جاتا ہے۔ وہ اگر بندوں کے درمیان اس زمین پر خدا کا ذکر کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ عرشِ بریں پر فرشتوں کے درمیان اُس شخص کا ذکر کرتا ہے۔ دیکھو جناب امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُبَاھِیْ بِکَ الْمَلَائِکَۃَ۔ یعنی خدا تعالیٰ فرشتوں پر تیرے وجود سے فخر اور مباہات کرتا ہے۔ اسی طرح محض تحفظ حق اللہ کے لئے جب کہ علیؑ نے ضربت لگائی تو اعتراف کیا گیا۔ ضَرْبَۃُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ۔ کہ علی علیہ السلام کی ایک ضربت ذوالفقار تمام جن اور انسانوں کی عبادت سے افضل ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ معرفت کی ضربت تھی۔ اور حق اللہ کی حفاظت کے لئے وہ ضربت لگائی گئی تھی۔ یہی معرفت کا وہ اعلیٰ مقصد ہے۔ جہاں ہر مسلمان کو پہونچ جانا چاہیئے۔ اس طرح جب کوئی فطری اور ذاتی محبت کے ساتھ خدا کے لئے ہو جاتا ہے۔ اور اس کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ تو خدا بھی اسی کے ساتھ ہو لیتا ہے۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ اب تم خود ہی سمجھ سکتے ہو کہ جس کے ساتھ خدا ہو اسکو اور کیا چاہیئے۔

حسین علیہ السلام نے تو تحفظ حق اللہ کے لئے اپنی اور اپنے تمام عزیز و اقرباء کی جانیں دیدیں۔ اور عملی رنگ میں قیامت تک آنیوالی نسلوں کے لئے ایک نصاب عمل قائم کرکے یہ ثابت کردیا کہ حقوق اللہ

کی حفاظت کسطرح کرنی چاہیئے۔ اس مظلوم علیہ السلام کے حالاتِ شہادت بہ غائر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں۔ کہ آپکے وجود اور فنار فی اللہ ہونے کے تغیرات میں اسلام کے بقار اور ارتقار کا راز مخفی تھا۔ اگر آپ شہادت نہ اختیار کرتے۔ تو اسلام یقیناً صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹ گیا ہوتا۔ دنیا میں تحفظ حقِ خدا کے لئے سب سے بڑا احسان اگر کسی نے کیا ہے۔ تو وہ صرف ایک حسینؑ بن علیؑ کی ذاتِ معلیٰ ہے۔ جس کے خونِ بہا کا عوض کسی طرح ادا ہو سکتا ہی نہیں۔ غرض باپ نے اگر خندق میں ضربت لگا کر حق اللہ کی حفاظت کی ہے۔ تو مظلوم بیٹے نے میدان کربلا میں ضربت کھا کر اس نصب العین (تحفظ حق اللہ) کو تکمیل کے درجہ تک پہونچا دیا۔ جس کے بعد اب ہمیشہ تک حق اللہ کے قائم رہنے میں کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا۔

پس یہ "شہادت" درحقیقت حقوق اللہ کی تحفظ کے قابلِ مطالعہ اسباق ہیں۔ جنکا تذکرہ لازمی طور پر ہر دورِ زمانہ میں ہوتے رہنا چاہیئے۔ اور اس سے نسلوں کو حق اللہ کے تحفظ کا سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ تاکہ عبدِ حقیقی کا مفہوم ان پر علی وجہ الحقیقت صادق آسکے۔ اور تحفظ حق اللہ کے فریضہ سے برائت ذمہ حاصل کر سکیں۔ کیونکہ عبدِ حقیقی معنوں میں جب خدا کی حقِ عبودیت کے ادا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو وہ قربِ خدا کے منتہائے درجہ کو پہونچ جاتا ہے۔ اس مقام فنار فی العبودیت کی وجہ سے صفات الوہیت۔ بلکہ فعالیت اور خلاقیت بھی عنایتِ الٰہیہ سے اس میں حادث ہو جاتی ہیں اسی کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ اَلْعُبُوْدِيَّةُ جَوْهَرَةٌ كُنْهُهَا الرُّبُوْبِيَّةُ - کہ عبودیت ایک ایسا جوہر ہے۔ جس کی کنہ ربوبیت ہے۔ یعنی ایسے شخص کا ہر امر بحکمِ خدا موادِ قابلہ میں نافذ ہو جاتا ہے۔ یعنی جس شئے میں وہ کوئی تصرف کرنا چاہتا ہے۔ اسکے ارادہ کے ساتھ ہی فوراً اس میں خدا تعالیٰ افاضۂ وجود کر دیتا ہے۔ ظہورِ معجزہ سے یہی مراد ہے۔ انبیار علیہم السلام سے اسی بنار پر معجزات ظاہر ہوتے رہے۔ مگر جھوٹے مدعیانِ نبوت وعبدیت کو یہ بات نصیب نہ ہو سکی۔ اس لئے ان کو مجبوراً معجزات ہی سے انکار کرنا پڑا۔ اور بے معنی تاویلیں کر کے حقیقتِ معجزہ پر انہوں نے ایک قسم کا پردہ ڈالنا چاہا۔ تاکہ عوام الناس نہ حقیقتِ معجزہ سے واقف ہونگے نہ ان سے معجزہ طلب کیا جائیگا۔ فانھم قد ضلوا واضلوا۔

حق الناس۔ حق اللہ کے بعد حق الناس بھی فریضہ لازمہ انسانی ہے۔ جسکی اہمیت اس حکم سے عیاں ہے۔ کہ وَاللّٰهُ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى۔ یہاں خدا نے عدل کو پہلی مرتبہ میں شمار کیا ہے۔ اور عدل سے یہ مراد ہے کہ انسان بشرط معاوضہ کسی سے نیکی کرے۔ اسمیں شک نہیں کہ بالذات یہ درجہ ایک اعلیٰ مرتبہ ہے۔ لیکن جب اس میں ہم شرط معاوضہ کو دیکھتے ہیں۔ تو کہنا پڑتا ہے۔ کہ جسکی نیکی میں معاوضہ شرط نہ ہو۔ لازماً وہ اس سے بھی اعلیٰ درجہ ہے۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے۔ کہ جب تم

اس مرتبۂ عدل سے بھی ترقی کرو۔ تو پھر وہ احسان کا درجہ ہے۔ یعنی لوگوں کیساتھ بلامعاوضہ نیک سلوک کیا کرو۔

لیکن یاد رکھو یہ احسان نہیں ہوتا۔ کہ خواہ مخواہ اگر تم سے کوئی شخص بدی کرے۔ تو تم اس سے بھی نیکی ہی کرتے رہو۔ سعدی شیرازی نے بھی کہا ہے۔ ؎

نکوئی بابداں کردن چنانست ؛ کہ بدکردن بجائے نیک مرداں

اسلام نے بھی اس کے متعلق یہی تعلیم دی ہے کہ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا۔ کہ بدی کی سزا اسی قدر بدی ہے۔ اور جو معاف کرے۔ مگر ایسے موقع و محل پر کہ وہ عفو۔ اصلاح کا موجب ہو سکے۔ تو وہاں اسلام نے ضرور عفو خطا کی تعلیم دی ہے۔ پس اس حکم سے ثابت ہوا کہ **عدل** کے بعد دوسرا درجہ **احسان** کا ہے۔ یعنی بغیر کسی معاوضہ کے سلوک کیا جائے۔ یہ اسی صورت میں احسان محسوب ہو سکیگا۔ کہ خود غرضی کے مرض سے پاک ہو۔ یعنی کسی وقت بھی محسن اسکی نیکی اور احسان کو نہ جتلائے جیسا کہ اہلبیتِ معصومین علیہم السلام یعنی علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ حتیٰ فضہ خاتون کنیز سیدہ زہراؑ نے بھی تین روز متواتر روزہ رکھا۔ اور ہر روز اپنی قوت مسکین۔ یتیم اور اسیر کو راہِ خدا میں دے ڈالی۔ خود آلِ محمد علیہم السلام نے پانی پر افطار کیا۔ اور پانی پی کر ہی روزہ رکھ لیا۔ جس کا ذکر قرآن میں یوں کیا گیا ہے۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ یعنی اہلبیتِ پیغمبر صلعم صرف خدا کی محبت اور دوستی میں مسکین۔ یتیم اور اسیر کو اپنی قوتِ لایموت اطعام کر دیتے ہیں۔ اور اطعام کیوقت ان کی یہ نیت ہوا کرتی ہے کہ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا یعنی خاص خدا کی خوشنودی ہی کے لئے۔ ہم یہ اپنی قوت تمہیں اطعام کرتے ہیں۔ اور اس کے عوض میں تم سے کسی جزا یا شکرانہ کے خواہشمند نہیں ہیں۔

اس کے بعد اب ایک تیسرا مرتبہ حقوقِ عباد کا ہے جسکو اسی آیت میں وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی کے محبت آمیز لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ جب ماں اپنے بچے کے ساتھ سلوک کرتی ہی تو وہ اس سے کسی معاوضہ یا انعام و اکرام کی خواہشمند نہیں ہوا کرتی۔ وہ اس کیساتھ جسقدر بھی نیکی کرتی ہی محض طبعی محبت سے کیا کرتی ہی کسی بادشاہ کا حکم بھی اسی محبت کرنے سے اگر اسکو روکنا چاہے تو نہیں رک سکتا۔ جسطرح ماں کی کوئی غرض درمیان نہیں ہوتی اسیطرح ایتاء ذی القربیٰ میں ہر مسلمان کی نیت بھی بغیر کسی نفسانیت کے ہونی چاہئے۔ ورنہ جہاں ریا کا شائبہ بھی درمیان میں آیا۔ بس وہ سارا عمل فاسد اور ضائع ہو گیا۔

اعاذنا اللّٰہ وجمیع المؤمنین من النفس الامارۃ بالسوء والضلالۃ بعد الھدیٰ

شیعہ قوم اور خواب غفلت

(از جناب حکیم ڈاکٹر ولایت علی شاہ صاحب شیرازی بھلیروان ضلع شاہپور)

یہ وہ قوم تھی جس کے بانی دنیا کو بیدار کرنیوالے۔ خودداری سکھانے والے۔ غیرت ہمیت پیدا رنے والے۔ دین حقہ پر مال وجان قربان کرنے والے۔ لیکن برعکس ہم ہیں۔ کہ خواب غفلت میں سوئے وئے ہیں۔ خودداری سے دور۔ غیرت کا نام ونشان تک نہیں۔ ہمت عنقا ہے۔ دین پر صرف سانی قربانی ہے۔ جب اس طرح سے ہم ہونگے تو کبھی زندہ نہیں رہ سکتے ہیں۔ دیکھو اقوام عالم میں ہر ایک وم اپنی مذہبی قومی ترقی کے درپے ہے۔ اور وہ ہر طرح سے قربانیاں کر رہے ہیں۔ اور زیر آسمان اپنی رقی کرکے ممتاز قومیں بن رہی ہیں۔ ہماری خاموشی اور بے توجہی ہم کو نقصان دے رہی ہے۔ ہمارا وئی خاص تبلیغی مشن نہیں ہے۔ اور اگر کوئی ایسا مشن قائم بھی ہو جاوے۔ تو ہم اُسے دُور سے ہی سلام رتے ہیں۔ اور کوسوں بھاگتے ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ اس میں شامل بھی ہو جاویں۔ تو کہیں نام ونمود ے خواہاں۔ کہیں طمع نفسانی دامنگیر ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ مشن بھی فیل ہو جاتا ہے۔ غرض ہمارا وئی کام بھی نہیں ہے جو تکمیل کو پہونچے۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس بنی قوم کی بے توجہی سے ڈگمگا ہی ہے۔ اگر فی کس ایک روپیہ سالانہ بھی دیا جاتا۔ تو کئی لاکھ روپیہ ایک ہی سال میں جمع ہو جاتا۔ شیعہ الج طیار ہونے کی اپیل ہوئی وہ بھی ادھورا ہی ہے۔ شیعہ یتیم خانہ کی طرف توجہ نہ ہوئی وہ بھی مفلس ا ہے۔ انجمنیں بنیں۔ بس اٹھیں اور مردہ ہوگئیں۔ پنجاب تبلیغی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اُٹھتے ہی گئی رستہ الحفاظ جاری ہوا ابھی تک قوم نے توجہ نہ کی۔ خدا جانے اس قوم کو کس طرح امید ترقی کی ہے۔ ہاں آپس میں لڑنے۔ ایک دوسرے کی مخالفت کرنے۔ علماء کرام کی توہین کرنے کیواسطے ہر وقت بار ہیں۔

اے بھائیو! تم کو دیگر اقوام کی طرف دیکھکر بھی غیرت نہیں آتی ہے۔ جو قومیں کہ نام نہاد سلم ہیں۔ انہوں نے اپنی ہر ایک طرح کی ترقی کرلی۔ کالج بنالئے۔ یتیم خانے بنائے۔ انجمنیں بنائیں۔ شن قائم کئے۔ لیکن تم ہو کہ چاہتے ہو کہ جناب امام صاحب العصر علیہ السلام تشریف لائیں۔ اور تم کو ہ بنادیں۔ یہ سب تمہاری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ کہ تمہارے بھائی ابھی تک اغیار کے قبضہ میں ں۔ اور تم ان تک اپنی صداقت کی آواز نہیں پہونچا سکتے۔ تم جب امام صاحب العصر علیہ السلام کا ظہور ہگا کیا جواب دوگے۔ کہ ہم نے دنیا میں رہ کر دین حقہ کو بُرائے نام ہی رکھا۔ گوش عالم تک نہیں پہونچایا

ہاں اپنی زندگی عیش سے گذاری۔ خوب کھایا پیا عیش و عشرت کی۔ اور جہاں کہیں اشاعت دین کا کام جاری ہوا۔ وہاں نہایت ہی بے رخی سے پیش آئے۔ بلکہ کوشاں ہوئے کہ اشاعت نہ ہو۔ کیا تم دن قیامت کے جناب حضرت امیر علیہ السلام کے روبرو کہو گے کہ ہم نے آپ اور آپ کی اولاد کے خون ناحق پر پردہ ڈالنے والوں کی اعانت کی۔ اور حق ظاہر نہ ہونے دیا۔ خاموش ان کے حرکات دیکھتے رہے ہم نے یہ کوشش نہیں کی کہ آپ کے نام لیوا ہو کر دین حقہ کی اشاعت کریں۔ اور لوگوں کو حقیقی خدا پاک کی عبادت کی طرف اور اس کے رسولوں اور اہلبیت کی تابعداری کی طرف راغب کریں۔ ہم دولتمند ہوئے۔ لیکن اس دولت سے عیش کیا یا مذہب سے لاپرواہ ہو کر آزاد خیال کہلائے۔ ہم نے اپنا روپیہ دین کی اشاعت پر صرف کرنا جائز نہ جانا۔ اور یہ کہکر ٹالدیا کہ ہم فساد نہیں چاہتے۔ جسطرح لوگ چاہیں کرتے رہیں۔ ہم شامل نہیں ہوتے۔ قوم سادات جو کہ اولاد حضرت امیر علیہ السلام و جناب ختمی مرتبت صلعم بڑے فخر سے کہلاتے ہیں۔ جنکی عزت محض اسواسطے ہے کہ یہ خاندان دین رسول پاک اور دین ذات ذوالجلال کے نقارچی ہیں اور منادہیں۔ وہ صرف عوضانہ اس خدمت کا تو لوگوں سے لیں کہ ہم سید ہیں۔ ہم کو خمس چاہئے۔ لیکن جس خدمت کا وہ مشاہرہ ہے۔ اس سے دور بھاگیں کہ مومن لوگ جو ہماری جگہ کچھ کام کر رہے ہیں۔ یہ کافی ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ انکا اپنا فرض تھا۔ وہ اپنے فرض سے کیوں بیزار ہیں۔ جو کچھ سلوک ان ظاہری مسلمانوں نے ان کے آباواجداد سے کئے ہیں۔ ان کا صدمہ تو ان کو ہونا چاہئے تھا نہ کہ دوسروں کو جو محض نام لیوا ہیں۔ جن کو خونی تعلق میں حصہ نہیں ہے۔ لیکن سادات ہی ہیں کہ وہ محض طمع دنیاوی کیوجہ سے اپنے والدین کے سلوک کی طرف نگاہ نہیں کرتے۔ اور ان لوگوں سے جو دشمن اہلبیت ہیں ملتے ہیں۔ اور سامنے بیٹھ کر اپنے جدامجد کی نسبت ہتک آمیز الفاظ سنتے ہیں۔ اور ان کو غیرت نہیں آتی۔ جن میں اس قدر بھی غیرت نہیں کہ وہ ہتک آمیز الفاظ سے متاثر ہوں۔ وہ اولاد کہلانے کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہ کیوں ہو رہا ہے۔ یہ محض قومی مشن نہ ہونے۔ مذہبی اشاعت نہ ہونے۔ کوئی خاص مرکز نہ ہونے سے ہو رہا ہے۔ تمہارے روبرو مثال مرزائیوں کی موجود ہے۔ کہ یہ قوم دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ اور طاقت پکڑ رہی ہے۔ وہ کسطرح۔ محض اسوجہ سے کہ اس قوم کے افراد نے اشاعت مذہب کے واسطے روپیہ پانی کیطرح بہایا ہے۔ اور بہا رہی ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ ان کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہے۔ افسوس تو یہ ہے۔ کہ جن قوموں کی بنیاد محض باطل پر ہے وہ فروغ پا رہی ہیں۔ اور جنکی حق پر ہے۔ وہ سوئی ہوئی ہے۔ آؤ! غیور بنو۔ اور اپنی قوم کے

کام آؤ۔ اور اشاعت کے قومی سلسلوں کی امداد کرو۔ اور ایک مرکز پر قائم ہو جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو کہ بہت جلد تمہاری تباہی کے دن آرہے ہیں۔ اور حق پر باطل کے بادل منڈلار ہے ہیں۔ یہ تمہارا قومی فرض ہے۔ اسی واسطے تم پیدا ہوئے ہو۔ اور اسی کی قیامت کے دن تم سے پرسش ہوگی۔ بانیان انجمن سے اور قومی اخبارات اور بانیان مشن سے بھی درخواست ہے۔ کہ وہ بھی حرص اور طمع سے دور رہیں۔ اور صفائی سے اپنے کام کو شروع کریں۔ اور خادم قوم ہو کر رہیں نہ کہ حاکم قوم۔ اخبارات اپنے اپنے اخبارات میں باہم لڑانے کی کوشش نہ فرمایا کریں۔ اور کسی خاص قوم یا شخص کا پارٹ بھی نہ لیا کریں اخبارات ہر ایک فرد قوم کے مشترکہ ہوتے ہیں۔ ان کو کسی سے دشمنی نہیں ہے اور نہ ہونی چاہیئے۔ امید ہے کہ میری خواب راحت میں پڑی ہوئی قوم میری اس عرض پر غور فرمائیگی اور میدانِ عمل میں اُتر آئیگی۔ اور ثابت کریگی کہ ابھی وہ بالکل مردہ نہیں ہے۔ اس میں کچھ حس باقی ہے۔

فلسفۂ شہادت

جو شہادت مظلوم کربلا اور مخالفین کے اعتراضوں کے جواب پر مشتمل ہے

(از سرکار شریعتمدار حجۃ الاسلام علامہ حائری صاحب مجتہد پنجاب دام ظلہ)

بیعت یزید کا جواب

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ حسین علیہ السلام اور یزید پلید دونوں شہزادے تھے اگر حسین علیہ السلام یزید کی بیعت کر لیتے تو یہ فتنۂ عظیم وہیں ختم ہو جاتا اور اس قدر کشت و خون تک نوبت نہ پہونچتی۔ سو اس کا جواب کئی وجہوں پر مشتمل ہے

اول:۔ یہ کہ درحقیقت بیعت کے معنی ہیں اپنے نفس کو بیچ ڈالنے یعنی اپنے تئیں مثلِ غلام زر خرید کے خیال کرنے کو بیعت کہتے ہیں۔ اور جسکی بیعت کی جاتی ہے اس کو اپنا مالک اور آقا سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ یہ معاملہ شریعت اسلام سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے جس شخص کی بیعت کی جاتی اس کو حاکم شرع واجرا کنندہ قانون شرع جاننا اور ماننا واجب تھا۔ پس اگر بیعتِ یزید جائز ہوتی۔ تو ارتکاب منہیات شرعیہ سب جائز ہو جاتیں۔ کیونکہ اس کے اعمال و افعال سب خلاف قانون شرع تھے۔ پس ایسے شخص کی

بیعت جو خود خلاف قانون شرع مرتکب ہوتا ہو۔کسی صورت سے جائز نہیں تھی۔ کیونکہ حسین علیہ السلام خلیفۃ اللہ فی الارض تھے۔ وہ اگر یزید جیسے راکب الفجور وشارب الخمور کی بیعت کرلیتے۔ توان کی بیعت کرلینے سے مذہب خداوندی یقیناً مٹ جاتا۔جس کو انہوں نے اپنے خون سے سینچا۔ اور اپنی معہ عزیزوں کے جان دیکر بچا لیا۔

دوم:۔ اگر سید الشہدا علیہ السلام بیعت یزید کرلیتے توجن منہیات شرعیہ کا یزید عامل تھا۔ وہ سب جائز سمجھی جاتیں۔ اور گنہگاران امت کے لئے ایک مثال قائم ہوجاتی احکام اور قوانین اسلامیہ کی کوئی وقعت نہ رہ سکتی۔ اور اسلام ہمیشہ کے لئے غیر مذاہب کا نشانۂ ملامت بنجاتا۔ اور اس وقت ہر شخص یہ کہہ سکتا۔ کہ حسین علیہ السلام نے خوفِ جان سے بیعتِ یزید کرکے دین اسلام کو معاذاللہ برباد کردیا۔

سوم:۔ حسین علیہ السلام پر واجب تھا کہ وہ ایسے نازک موقع پر ان شدائد اور مصائب کو اختیار فرماتے۔ اور حق گوئی سے منھ نہ موڑتے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ ذکریا۔ یحییٰ اور محمد مصطفےٰ علیہم السلام و دیگر انبیاء عظام پر شدائد اور مصائب گذرے کیا وہ لوگ نہ جانتے تھے کہ اگر ہم حق گوئی سے باز رہیں اور خاموشی اختیار کرلیں۔ تو زندگی آرام سے بسر ہوگی اور فتنے سب فرو ہوجائیں گے۔ مگر ایسا نہ کیا۔ آگ میں پھینکے گئے۔ آرے سے چیرے گئے۔ صلیب پر لٹکائے گئے۔ سر کاٹے گئے۔ مگر حق گوئی سے نہ پھرے۔ اور اطاعتِ کفار نہ کی۔ بتاؤ پھر حسین مظلوم علیہ السلام ایک متجاہر الفسوق والفجور کی کیونکر بیعت کرلیتے

چہارم:۔ اگر ابراہیم خلیل اللہ نے نمرود کی (بسبب بادشاہ ہونے کے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی۔ پیغمبر اسلام علیہ والہ السلام نے ابوجہل اور ابولہب و ابوسفیان کی بیعت کرلی ہوتی۔ اور توحید سے پھر گئے ہوتے۔ تو امام حسین علیہ السلام بھی یزید کی بیعت کرلیتے۔ اذلیس فلیس۔

پنجم:۔ ایسی صورت میں اگر حسین مظلوم علیہ السلام بیعت یزید کرلیتے تو مواخذہ دار عقبیٰ قرار پاتے۔ کیونکہ آپ امام زمانہ تھے۔ اور آپ کو امام حسن علیہ السلام نے اسرار امامت بوقت رحلت تعلیم فرمادئے تھے۔ پھر کس طرح نافرمانی خدا و رسول کو گوارا فرماتے۔

رہا۔ جناب امیر علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام کا تقیہ کرنا۔ اور امام مظلوم کے ترک تقیہ کا سبب۔ وہ ہم بدلائل وبراہین قاہرہ رسالہ العطشان میں بتفصیل لکھ چکے ہیں۔

غرض جس وقت یزید پلید کی حکومت کا جُوا مسلمانوں کی گردنوں میں ڈالا گیا۔ جو قوت شہویہ و غضبیہ کے مقہور۔ زناکاری کو عیش زندگی۔ اور ساغر شراب کو زینتِ مجلس سمجھتا تھا اور باوجود اس کے لوگوں نے یہ چاہا کہ سبطِ رسولخدا بھی ان کے اس شیخ کی بیعت کر کے اس کے افعال شنیعہ پر تحسین و صداقت کی مہر لگا دے۔ اور اس طرح اس کا یہ عقیدہ کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلعم نے ملک کے ساتھ بازی کی۔ ورنہ نبوت و رسالت اور وحی و تنزیل کوئی چیز بھی نہ تھی۔ سچا ثابت ہو جائے تو اس وقت فرزند رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام سے نہ رہا گیا۔ اور آپ نے جان لیا کہ یزید کی بیعت سے بنیاد ظلم مستحکم ہو جائیگی اور دین اسلام میں سخت رخنہ پڑ جائیگا۔ اور اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی تو ناموس شریعت غرّا و ملت بیضا خراب بلکہ نابود ہو جائیگی۔ اور اسلام کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹ جائیگا۔ روک تھام کا ذریعہ آپکے پاس نہ تھا۔ حکومت کی باگ آپ کے ہاتھ میں نہ تھی۔ انصار کا سلسلہ قصیر تھا۔ اس لئے ان کو مجبوراً تحفظ دین حق کے لئے۔ یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا کہ وہ ظلم کہ جسے ہم برداشت کرینگے۔ وہ تمام انواع مظالم ہم پر کر گذرے ہم اُف تک نہ کرینگے۔ چنانچہ ترک بیعت کا نتیجہ نہایت ہی ہیبت ناک صورت میں ظاہر ہوا۔ محرم سنہ ۶۱ھ کا میدان جو آپ کو یاد ہو گا کیا گھمسان کا میدان اور کیا آفت کا وقت تھا۔ اسوقت بڑے زور سے شیطان یزیدیوں پر حملہ ور تھا۔ نہایت کالی رات اپنے ہیبت ناک دانت نکالے ہوئے دن پر چڑھائی کر رہی تھی۔ کفر کا تمام آسمان ایمان کی مکمل زمین پر ٹوٹ رہا تھا۔ باطل کا دیو۔ حق کے رضوان مجسم یا انسان مکمل پر بڑی بڑی سرخ آنکھیں نکالے ہوئے چڑھ آیا تھا۔ پھر کیا ہوا؟ یہی تو دنیا نے دیکھا کہ ایک نے دوسرے کو چھپا لیا۔ وہ اس سے بالکل محیط ہو گیا۔ اور ظاہراً اسنے اسے اپنا لقمہ بنا لیا۔ اور کہنے والے نے یہ کہدیا کہ پہاڑ نے رائی کو پیس ڈالا۔ مگر نہیں نہیں ایسا نہیں ہوا۔ اور ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ باطل حق کو مٹا نہیں سکتا۔ بلکہ یوں کہو کہ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کہ حق کے آنے سے باطل خود بخود مٹ گیا بتایئے! اگر ایسا نہیں تو پھر بنی امیہ کا آج تخت و تاج اور وہ افواج مستلاطم کا ان موج کہاں ہیں۔ سنئے ہم بتائے دیتے ہیں۔ ان کا سب کچھ خاک میں مل گیا۔ ان کی ناکیں زمین پر رگڑی گئیں۔ ان کی نسلیں منقطع ہو گئیں۔ انکا نام و نشان صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کیطرح مٹ گیا

گریباں دیکھے۔ جس برگزیدہ ہستی کے مٹانے کو یہ بجلیاں گری تھیں۔ وہ آج کس شان و شان سے منتہائے اوج ترقی پر شرق سے غرب اور تحت سے فوق تک ذراتِ عالم پر مسلط ہو چکی ہے۔ یزید مر گیا۔ نیست و نابود ہو گیا۔ لیکن اس برگزیدہ ہستی کی حیاتِ ابدی پر لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون شاہد ناطق موجود ہے۔

پس شہادت حسین علیہ السلام کے متعلق یقیناً یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس کی تائید میں ضرور کوئی روحانی قوت ہے جو اس کے مخالفوں کو اپنی قدرت کے کرشمے دکھا رہی ہے۔ لہذا اس غم حسین کو دوسرے معمولی غموں پر قیاس کرنا خطرناک غلطی ہے۔ ہم کو یقین رکھنا چاہیے۔ کہ اس کے مٹانے والے بھی اپنے اسلاف کی طرح ناکامیاب ہونگے کیونکہ اس مظلوم کے ذکر خیر کا باوجود اس قدر موانع کے اب تک قائم رہنا ثابت کرتا ہے کہ اس کو کسی خارجی کوشش سے بند کرنا۔ گویا فطرت کا مقابلہ کرنا ہے۔ جسمیں کامیابی کسی طرح ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔

اثر اتباعِ حق

جو لوگ ذکر شہادت حسین علیہ السلام اور مصائب کربلا سنتے ہیں۔ سب سے اول ان کا دل و دماغ اس واقعہ کے احساس سے متاثر ہوتا ہے۔ کہ حسین مظلوم اور ان کی اولاد و انصار کی شہادت حق پر ہوئی ہے یعنی وہ امام مظلوم اس وجہ سے شہید ہوئے کہ حق پر تھے۔ اور حق کی پیروی چاہتے تھے۔ اس لئے اہلِ باطل نے ان کو شہید کر ڈالا۔ ورنہ اگر وہ معاذ اللہ باطل کی پیروی کرتے۔ تو اس حادثہ جانفرسا سے محفوظ رہتے۔ لیکن آپ نے حق پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے جان۔ مال۔ آبرو اور قتل اعزاء و اقارب کسی بات کی پرواہ نہ کی۔ یہ خیال بجائے خود تمام اخلاقی اصول کی بنیاد ہے۔ اور اسی خیال سے تمام انبیاء و اوصیاء کو تحمل بلا پر آمادہ کیا۔ اسی طرح معرکہ کربلا کے مختلف واقعات دنیا کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ لوگ اس سے سبق لیں۔ اور موجودہ و آئندہ نسلیں اس پر غور کریں۔ کہ کس طرح صادق اور حق پرستی کا شیدائی جان دینا گوارا کرتا ہے۔ مگر راکب الفجور و شارب الخمور (یزید) کی بیعت نہیں کرتا۔ غرض اقامۂ مجالس عزا و ذکر شہادت مظلوم کربلا کے ہر ہر واقعہ سے ایک نہ ایک اخلاقی اسباق لوگوں کو حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ پس یہ

مسلم ہے کہ اس یادگار شہادت کا ایک ایک واقعہ ان کے پیرووں کو شاہراہ حق پرستی پر چلنے کے واسطے چراغ ہدایت ثابت ہوتا ہے۔ وہ امام مظلوم کی سیرت کو ان کے طرز عمل۔ رفتار و گفتار سے معلوم کرلیں۔ تاکہ ان کی قوت تقلیدی متحرک ہو۔ اور اتباع و پیروی پر مائل ہوں۔ دل نور ایمان سے منور ہوجائے اور اسلامی روحانیت بڑھ جائے۔

شہادت حسین کفارہ نہیں ہے ہم اس بات کو بانگ دہل کہتے ہیں۔ کہ اسلام میں کفارہ کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ بات غلط ہے کہ شیعہ حسین کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں۔ ہاں۔ بیشک ہمارا یہ ضرور عقیدہ ہے کہ امام مظلوم علیہ السلام بروز قیامت اپنے شیعوں کی شفاعت کرینگے۔ جس طرح رسول خدا صلعم شفاعت فرماوینگے۔ کیونکہ شفاعت کا مدار تقرب پر ہے۔ اور تقرب کا مدار حسن عمل پر۔ اور اس عمل شہادت سے بڑھکر کوئی عمل خیر و حسن نہیں ہوسکتا۔ سر الشہادتین میں شاہ عبدالعزیز امام مظلوم کی شہادت کو پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام کی شہادت قرار دیتے ہیں۔ گویا اس کو شرف نبوت کی تکمیل کا باعث ٹھہرایا ہے۔

مصارف نذور اسراف نہیں ہیں اس میں شک نہیں کہ فضول خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے۔ مگر حسینی نذورات میں خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بہترین خیر ہے۔ ورنہ بہت سے مذہبی کاموں میں خرچ کرنا اسراف سمجھا جائیگا۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ معاویہ کے جواب میں حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہے لا اسراف فی الخیر۔ یعنی امور خیر میں خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اطعام مساکین ہوتا ہے۔ کسی ناچ و نغمہ میں صرف نہیں کیا جاتا۔ جو اسراف پر محمول کیا جاسکے ہاں البتہ مشائخ کبار کے عرسوں کے مواقع پر ہر سال ہزاروں نہیں۔ لاکھوں روپیہ خرچ ہوجاتے ہیں۔ جہاں طبلہ۔ سارنگی۔ مجرے۔ ہارمونیم۔ اور ناچ رنگ کا استعمال ہوتا ہے۔ ناظرین خود غور فرمالیں۔ کہ آیا ایسے مخرب اخلاق۔ خلاف شرع۔ مخالف تہذیب۔ قابل شرم امور میں صرف مال اسراف ہے۔ یا اطعام مساکین و محتاجین بروز محرم و اربعین اسراف بیجا کہا جاسکتا ہے۔

مگر کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ مصلحین اس پر مطلق متوجہ نہیں ہوتے۔ نہ کوئی

مفتی اس کی حرمت کا فتویٰ دیتا ہے۔ نہ کوئی ریفارمر اس کو مخرب اخلاق و باعثِ اسراف سمجھ کر اصلاح کرتا ہے۔ مگر مظلوم حسینؑ کی شہادت کے متعلق ہر جائز رسم کو بھی یہ نادان لوگ حرام بدعت کہنے کے لیے خود آمادہ ہو جاتے ہیں۔ معلوم نہیں اس شہید مظلوم علیہ السلام سے انہیں کیوں اس قدر دشمنی ہو گئی ہے۔

ماتم اس میں شک نہیں کہ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں کی موت و فوت پر گریہ و بکار کرنا، سر و سینہ پیٹنا ممنوع ہے۔ مگر حضرات انبیاء عظام و اوصیاء کرام کی وفات و شہادت پر اظہار حزن و غم اور گریہ و بکار کرنے کی مخالفت کوئی رونے پیٹنے پر نص قرآن یا حدیث وارد نہیں ہوئی ہے۔ جس بنا پر ان کا ماتم ممنوع شرعی قرار پا سکے۔ مزید براں اکثر بزرگوں سے یہ فعل صادر بھی ہوا ہے۔ دیکھو معارج النبوۃ رکن چہارم ص۹۴ میں تو یہاں تک مرقوم ہے کہ جب حضور پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام حفصہ کو طلاق دینے لگے۔ تو حفصہ کے پدر بزرگوار خلیفہ عمر صاحب کو یہ خبر ملی تو "خاک بر سر ریخت و فغاں آورد" اور استیعاب میں عبدالبر نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور ص۴۹ میں اس طرح مرقوم ہے۔ کہ جب حضور ختمی نبوت روحی فداہ ایذاء کفار سے تنگ آ کر گوشہ مسجد الحرام میں چلے گئے۔ اور جناب خدیجۃ الکبریٰ کو اس بات کا علم ہوا۔ تو آپ سر پر ہاتھ مارتی۔ روتی اور فریاد کرتی ہوئی آنحضرت صلعم کو ڈھونڈتی تھیں۔ ص۱۰۴ میں یوں مرقوم ہے کہ جب جنگ احد کے موقع پر شیطان نے پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام کے قتل کی خبر اڑائی۔ اور یہ خبر مدینہ پہونچی۔ تب سیدہ خاتونِ جنت سر پر ہاتھ مارتی گھر سے نکلیں۔ اور زار زار روتی تھیں۔ اور تمام ہاشمیات ان کے ہمراہ روتی۔ سروں پر ہاتھ مارتی۔ اور گریہ و زاری کرتی تھیں۔ ص۳۳۳ میں ہے کہ بلال روتا واپس آیا۔ سر پر ہاتھ رکھے ہوئے کہتا تھا یا غوثاہ۔ نیز جلد۲ ص۵۵ میں مرقوم ہے کہ اسوقت جناب عائشہ منہ پر طمانچے مارتی تھیں۔ اور خواجہ اویس قرنی نے تو آنحضرت روحی فداہ کے ایک دانت کے شہید ہونے پر اپنے تمام دانت توڑ ڈالے۔ اگر یہ نوحہ و زاری اور ماتم داری شرعاً ممنوع ہوتا تو پھر صدرِ اسلام میں صحبت یافتہ رسول ایسے بزرگوار اس فعل کے مرتکب نہ ہوتے۔ اور اہلِ سنت کے کبار علماء ان کے اس گریہ و بکار۔ بے قراری اور ماتم داری کو فخراً ذکر نہ کرتے۔ بہرحال یہ تمہارے علماء تم سے زیادہ متقی اور متورع تھے۔

تعزیہ

اس موضوع کے متعلق سلسلہ عزاداری کے کسی نمبر میں آیت ولیعملون لہ مایشاء من محاریب وتماثیل سے جواز تعزیہ سازی پر استدلال کیا گیا ہے۔ لیکن اس جگہ ہم صرف اسی قدر اس کے متعلق بتانا چاہتے ہیں۔ کہ تعزیہ بنانا بت پرستی یا بت تراشی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ضریح مقدس حسینی کی نقل ہے۔ جو ذی روح نہیں۔ اور غیر ذوی الارواح کی تصاویر بنانے کی ممانعت شرع میں وارد نہیں ہے۔ اسی بناء پر ابن حجر نے لکھا ہے کہ شرح مسلم میں ہے واما تصویر الشجر والحجر ونحوھما مما لیس بحیوان لیس بحرام۔ درخت وغیرہ کی تصاویر بنانا جو ذی روح نہیں حرام نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت امام صادق آل محمد علیہم السلام سے تصاویر شمس وقمر کی بابت پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا جب تک تصاویر ذی روح کی نہ ہوں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ پس جبکہ فریقین کے نزدیک غیر ذوی الارواح کی تصاویر بنانا جائز ہے۔ تو پھر بلا وجہ امام مظلوم کے تابوت۔ علم اور تعزیہ پر جو ضریح مقدس کی تصویر ہے کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔ یہ غلط ہے کہ کوئی شیعہ تعزیہ۔ علم یا ذوالجناح کو سجدہ کرتا ہو۔ صرف عوام الناس کو دھوکا دینے کی غرض سے مخالفین تعزیہ داری یہ الزام شیعوں پر تھوپ دیتے ہیں۔

کسی نے خوب کہا ہے۔

تعزیہ فی الاصل نقل روضۂ شبیر ہے
یہ نہ بت ہے نہ کسی ذی روح کی تصویر ہے
بت اسے کہتے ہیں جس کی شکل ہو انسان کی
شیر کی ہاتھی کی طائر کی کسی انسان کی
تعزیہ شکل کسی کی ہے کہو ایمان کی
مولوی ہو کر کے باتیں کرتے ہو ہذیان کی

ذکر واقعات کربلا سے اسباق حاصل ہوتے ہیں

مجالس عزاء کے انعقاد اور ان میں واقعات کربلا کے ذکر سے علم۔ حلم۔ سطوت۔ شجاعت۔ سخاوت۔ زہد۔ تقویٰ۔ توکل۔ سعی۔ مروت۔ صبر۔ استقلال اور ثبات قدم جیسے کمالات علمیہ وعملیہ کے اولوالعزم اسباق حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ وہ نادان ہیں۔ جو انسداد مجالس کی جدوجہد کو ایمان سمجھے بیٹھے ہیں۔ درحقیقت ایسے لوگ دشمن ایمان ہیں۔ جو اسلامی نسلوں کو فیوض جلیہ اور برکات نامتناہیہ سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر صاحب قلب سلیم اور طبع مستقیم ایسے دشمنان دین کے دھوکوں سے اب اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں۔

کون انکار کر سکتا ہے کہ مجالس عزا میں امام مظلوم کی پاک زندگی کے واقعات اور ایثار نفس کے جذبات پر غور کیا جاتا ہے۔ اور ہر ہر واقعہ سے کوئی نہ کوئی اخلاقی سبق

سیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ان مجالس سے حضرات آئمہ علیہم السلام کی عظمت و شان کے علاوہ ہم کو ان کی تقلید کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور ہم ان کی پاکیزہ زندگی سے بہترین سبق حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ مضامین بیان کرتے ہیں جن سے اس زمانے کے لوگوں کی طبیعتوں پر عمدہ اثر ہوتا ہے۔ اور وہ اخلاقِ حسنہ سیکھتے ہیں۔

امام مظلوم علیہ السلام کا یزید کی بیعت سے اس بنا پر انکار کر دینا۔ کہ وہ فاسق و فاجر ہے۔ اس نے ان کے نانا کی شرع کے قوانین کو توڑ دیا ہے۔ اور اس کا تسلط ملک اور قوم اور دین کے حق میں سخت خطرناک اور مہلک ہے۔ اور یہ خیال کرنا۔ کہ اس کی بیعت کر لینا گویا اس کے افعال قبیحہ کو رواج کی سند دینا ہے۔ پس قول حق کے مقابلہ میں جان و مال اور اولاد کسی چیز کی پرواہ نہ کرنا پاسِ حق اور استقلال کی عمدہ ترین مثال ہے۔ بھوک اور پیاس کی شدت۔ اعزار اور اقربار کے صدمے۔ پس ماندوں کی مصیبت کے خیال۔ اور اسی طرح کے مختلف آلام میں جوابداس نہ ہونا۔ ثابت قدمی کی بہترین مثال ہے۔

وفادار رفقار مظلوم کا باوجود امام کی اجازت اور اس علم کے کہ کامیابی کی کوئی امید نہیں۔ اور موت سامنے کھڑی ہے۔ امام معصوم اور حسین مظلوم کی رفاقت کو نہ چھوڑنا اور اپنی گران بہا جانوں کو ان پر نثار کر دینا۔ اور نفسِ آخرین تک۔ حق کی طرفداری پر ثابت قدم اور باطل سے متنفر اور گریزاں رہنا۔ آئندہ نسلوں کی تعلیم کے لئے وفاداری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

حر ریاحی کا اپنے لشکر۔ عیش و آرام۔ جاہ و منصب اور تمام دنیوی عزتوں اور منفعتوں کو چھوڑ کر امام برحق اور مطاع مطلق علیہ السلام کی رفاقت میں جان دے دینا۔ لاریب وفور ہمدردی اور جوش صداقت اسلامی کی سب سے بہتر مثال ہے۔

شجاعت جو امام اور ان کے اولاد و رفقار سے بروز عاشورا ظہور میں آئی۔ اور جس بہادری۔ امنگ اور جوش سے ان بھوکے پیاسوں نے جام شہادت پیا۔ مردانگی و دلیری کا عمدہ ترین سبق ہے۔ جن کے سننے سے نسلیں ایمان وہدایت

حاصل کرتی رہتی ہیں۔

مظلوم علیہ السلام کا تیروں کی بوچھار میں اپنے انصار کے حلقے میں جماعت خدا ادا کرنا۔ اور عین سجدہ میں شہید ہونا۔ نماز کی عظمت اور اس کی پابندی قیامت تک آنے والی نسلوں کو یاد دہانی کرتی رہیگی۔

ریگستان عرب کی سخت گرمی کی حالت میں۔ لشکرِ حر کو جو امام زمانہ کے قتل کے واسطے آیا تھا۔ اور جس میں ہر شخص آپ کے خون کا پیاسا تھا۔ سید الشہداء روحی لہ الفدا کا اپنا تمام پانی دے دینا۔ یہانتک کہ ان کے گھوڑوں تک کو سیراب کر دینا۔ اور اپنی اور اپنے بچوں کی ضرورت کا کچھ خیال نہ کرنا۔ رحم۔ کرم۔ توکل۔ قناعت۔ سخاوت اور ایثار علی النفس کی بے نظیر مثال ہے۔ جس کو ارواح سعیدہ مجالسِ عزا میں سن سنکر تعلیم حاصل کرتی رہتی ہیں۔ اور گروہ مخالفین عزاداری محروم رہتا ہے۔

دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام اور ان کی ذریت طاہرہ طیبہ کی بھی پاکیزہ اور قابل تقلید زندگی سے ہزاروں مثالیں صبر۔ استقلال۔ شجاعت۔ غیرت۔ حمیت۔ انسانی ہمدردی۔ ایثار نفس۔ عفو۔ ترحم۔ تسلیم و رضا۔ قناعت۔ راسخ الایمانی اور دیگر اخلاق فاضلہ مل سکتی ہیں۔ جو ذاکرین منبر پر مجالس عزا بیان کرتے ہیں۔ اور آخر میں مبکی مضامین کے بیان پر مجلس کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔ کیا آئندہ نسلوں کی مکمل تعلیم اور اس واقعہ ہائلہ کو تازہ رکھنے کی اس سے زیادہ کوئی اور مہذب اور شاندار یادگار ہوسکتی ہے۔ ہر دانشمند کو غور کرنے سے یہ قطعاً ثابت ہوگا کہ یہ سب باتیں ایسی ہیں۔ جن سے مکارم اخلاق کی ایسی اچھی تعلیم حاصل ہوسکتی ہے کہ ہزاروں۔ لاکھوں کے صرف کر دینے سے کسی دوسرے واقعہ سے اس خوبی کے ساتھ نہیں ہوسکتی۔

مظلوم سے ہمدردی فطری امر ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ کہ دنیا میں تعزیت اور ہمدردی کا دستور قدیم سے چلا آتا ہے۔ کسی بنی نوع کی خوشی سے خوش۔ اور کسی کی مصیبت سے ملول ہونا۔ انسانی طبیعت کا خاصہ اور فطرت کا لازمہ ہے۔ تجربہ بھی ثابت کرتا ہے۔ کہ دوستوں کی

شرکت سے ہمارے غم میں کمی اور ہمارے دل کو تسکین ہوتی ہے۔ اور خوشی کے موقع پر یہ شرکت ہماری خوشی کو بڑھاتی ہے۔ مگر بہتر ہمدردی یہ ہے۔ کہ ہم اپنی شرکت کا عملی ثبوت دیں۔ اور مصیبت زدہ شخص کی تکلیف رفع کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ بنی نوع طینت واحدہ سے مخلوق ہوئے ہیں۔ لہذا فطرۃً ان میں ایک دوسرے سے ہمدردی کا جذبہ ودیعت رکھا گیا ہے۔ اسی بناء پر حدیث میں آیا ہے۔ وَمُحِبُّونَا خُلِقُوا مِن بَقِيَّةِ طِينَتِنَا فَيُسَرُّونَ بِسُرُورِنَا وَيَحْزَنُونَ بِحُزْنِنَا۔ یعنی ہمارے دوست ہماری بقیہ طینت سے پیدا کئے گئے ہیں۔ پس وہ ہمارے سرور کے مواقع پر خود بخود مسرور ہوتے ہیں۔ اور ہمارے حزن وغم کے مواقع پر خود بخود محزون مغموم ہو جاتے ہیں۔

واقعۂ ظلم کربلا تو ایک ایسا سانحہ جانکاہ ہے۔ کہ فطرۃً ہر انسان اس کو سنکر مضطرب اور متاسف ہوتا ہے۔ اور مظلوم کربلا سے وہ ہمدردی کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ مگر جن کو اس خاندان نبوت وامامت حقہ سے سچا دعویٰ محبت ہے ان کی ہمدردی کی کوئی حد باقی نہیں رہتی۔ وہ اس مصیبت میں فی الواقع اپنی مصیبت سے بھی زیادہ متاثر ہو کر جملہ لوازم مصیبت پر عملدرآمد کرتا ہے۔ رہے جھوٹے مدعیان محبت وہ ان کی یوم مصیبت (عاشورہ) کو یوم العید قرار دے کر خوشی مناتے ہیں۔ عطر خوشبو لگاتے ہیں۔ لباس فاخرہ زیب تن کرتے ہیں۔ سرمہ لگاتے ہیں۔ غرض تمام لوازم سرور وعیش بپا کر کے لقمۂ شیریں (حلوا) نوش فرماتے ہیں۔ غنیۃ الطالبین وغیرہ ملاحظہ ہو۔ یہ ایک ایسا بیّن عملی ثبوت ہے جس سے آل محمد علیہم السلام کا سچا دوست اور دشمن فوراً متمیز ہو جاتا ہے۔ ہر دوست اشاعت عزاداری میں کوشش کرتا ہے۔ ہر دشمن انسداد سلسلۂ عزاداری مظلوم میں منہمک رہتا ہے۔ اور وہ اپنے اس رویہ سے خود کو خوارج میں سے ثابت کرتا ہے۔ اور جماعت سے خارج ہو جاتا ہے۔

برادران سنت جماعت کے متعلق ہم کو معلوم ہے کہ ان کے بڑے بڑے اولیاء اور باخدا بزرگ شیعوں سے کہیں زیادہ عزاداری مظلوم کربلا کرتے۔ اور سانحہ شہادت کو سنکر شدت گریہ و بکا سے بے حال ہو جاتے۔ آج بھی فضل خدا سے ایسے بزرگ

برادران اہلسنت میں بکثرت موجود ہیں۔ اور سلسلۂ عزاداری ان کا شیوہ ہے۔
اصل بات یہ ہے کہ فی الواقع سوا متعصبین خوارج کے کسی نے تعزیہ داری مظلوم کربلا کو بدعت نہیں کہا۔ شیعہ سنی جو فی الواقع خاندان نبوت و امامت حقہ کے عاشق صادق ہیں خود مصائب سید الشہدا کو بیان کرتے۔ اور اس پر روتے اور رلاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ فی الحقیقت اہلسنت مخالف تعزیہ داری نہیں ہیں۔ اور جو لوگ ان بزرگوں کے مخالف تعزیہ داری کی تخریب میں درپے ہیں۔ وہ سنت جماعت نہیں ہیں۔ بلکہ خوارج ہیں۔ اور انہیں کے اسلاف نے نہایت شرمناک دنیا طلبی کے جوش میں رسول اسلام کے پیارے نواسے کو ایک متجاہر شارب الخمور و راکب الفجور بادشاہ کے حکم سے اس بے رحمی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ کہ اب تک دنیا میں ایسے جور و ستم کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ اور شیعہ و سنی تمام محبان آل محمد اس سانحہ جانکاہ کو یاد کر کے خون کے آنسو رو رہے ہیں۔ اور قیامت تک آنیوالی نسلیں اس سانحہ عظیمہ پر روتی رہیں گی۔ کہ افسوس پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام کے پیارے نواسے کو خود اس کی امت کے طبقہ خوارج نے کس بے دردی سے مہمان بلا کر بھوکا پیاسا ذبح کر ڈالا۔ اور اس طبقہ خوارج کے اخلاف آج تک اس ظلم و ستم نوازی میں اپنے اخلاف کے قدم بقدم مخالفت مظلوم پر خم ٹھوک کر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور مظلوم کی یادگار مٹانے کے درپے ہیں۔ سچ ہے۔ ع

یک حسینے نیست تا گردد شہید ؛ ورنہ بسیار اند در عالم یزید

